ارادۂ الٰہی اور ارادۂ بشر:

اس دنیا میں بے شمار واقعات ایسے پیش آتے ہیں جن میں انسان کی مرضی کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ انھیں خواہی نخواہی تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے۔ ہم چاہیں نہ چاہیں وہ ہو کر رہتے ہیں جیسے انسان کی پیدائش، اس کی موت، اس کا مرد یا عورت ہونا۔ اس کی ذاتی خصوصیات، اس کی عمر، اس کے ماں یا باپ۔ ان ساری چیزوں میں اس کی پسند یا ناپسند کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ یہ سب کچھ محض اللہ کی مرضی اور اس کے فیصلہ کے مطابق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ ٱلْخِيَرَةُ ۚ سُبْحَٰنَ ٱللَّهِ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٨﴾﴾ (القصص: ٦٨) ترجمہ: تیرا رب پیدا کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے اور (وہ خود ہی اپنے کام کے لئے جسے چاہتا ہے) منتخب کر لیتا ہے، یہ انتخاب ان لوگوں کے کرنے کا کام نہیں ہے۔ اللہ پاک ہے اور بہت بالاتر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ ان امور میں ایک مومن کا رویہ صبر اور رضاء بالقضاء کا ہوتا ہے۔ اگر اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ یہ سمجھ کر صبر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کا اچھا بدلہ دے گا اور اس کے گناہوں کو صبر کی وجہ سے دھو دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَإِن يَمْسَسْكَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهِۦ ۚ يُصِيبُ بِهِۦ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ۚ وَهُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ ﴿١٠٧﴾﴾ (یونس: ١٠٧) ترجمہ: اگر اللہ تجھے کسی مصیبت میں ڈالے تو خود اس کے سوا کوئی نہیں جو اس مصیبت کو ٹال دے، اور اگر وہ تیرے حق میں کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو پھیرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے اور وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

اسی طرح سے اس کائنات میں کچھ تکوینی امور ہیں جن میں انسان ذرا بھی مداخلت نہیں کر سکتا۔ وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے دائرۂ اختیار میں ہیں جیسے بادلوں کا بننا، ان سے بارش کا ہونا۔ ستاروں، سیاروں کی گردش، دن رات کا ہونا وغیرہ وغیرہ۔

ایک مسلمان اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کی مرضی سے ہو رہا ہے۔ ان کے سلسلہ میں مومن کا رویہ تسلیم و رضا کا ہوتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا مکالمہ اس کی بہترین مثال ہے۔ حضرت

ابراہیم نے ایک منکر خدا کے سامنے جب یہ بات رکھی کہ میرا رب وہ ہے جو سورج کو مشرق سے نکالتا اور مغرب میں غروب کرتا ہے۔ اگر تو بھی خدائی کا دعوی دار ہے تو اس کا الٹا کر کے دکھادے۔ اس دلیل کے سامنے وہ منکر خدا ہکا بکا ہو کر رہ گیا۔ قرآن میں ہے: ﴿ قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ فَإِنَّ ٱللَّهَ يَأْتِى بِٱلشَّمْسِ مِنَ ٱلْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ ٱلْمَغْرِبِ فَبُهِتَ ٱلَّذِى كَفَرَ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّـٰلِمِينَ ﴿٢٥٨﴾ ﴾ (البقرة: ٢٥٨) ترجمہ: ابراہیم نے کہا اچھا، اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تو ذرا اسے مغرب سے نکال لا۔ یہ سن کر وہ منکر حق ششدر رہ گیا، مگر اللہ ظالموں کو راہ راست نہیں دکھایا کرتا۔

مومن کے عقیدہ کا یہ بھی ایک حصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بارادہ مخلوق بنایا ہے۔ کرنے نہ کرنے کا اسے اختیار بخشا ہے۔ اپنی حرکات وسکنات اور پسند وناپسند میں یہ بالکل آزاد ہے۔ حالانکہ یہ آزادی اور پسند نا پسند کا یہ اختیار بھی اللہ کی مشیت کے تحت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلْعَـٰلَمِينَ ﴿٢٩﴾ ﴾ (التكوير: ٢٩) ترجمہ: اور تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک اللہ رب العالمین نہ چاہے۔ اس سے کسی کو خیال نہیں کرنا چاہئے کہ اللہ نے لوگوں کو مجبور محض بنا کر پیدا کیا ہے۔ بندے جو کچھ کرتے ہیں وہ وہی کرنے پر مجبور ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے حالت مجبوری میں انجام دئے گئے اعمال و افعال کا حساب لے گا۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی شان عدل کے منافی ہے۔ ہمارا اس کے عدل پر ایمان ہے۔ وہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے ہدایت وگمراہی کے دو راستے بنادیئے ہیں اور انسان کو اسے اختیار کرنے کی آزادی بخش دی ہے۔ اور اس کی وضاحت بھی فرمادی ہے کہ کیا ہدایت ہے اور کیا گمراہی ہے۔ فرمایا: ﴿ وَهَدَيْنَـٰهُ ٱلنَّجْدَيْنِ ﴿١٠﴾ ﴾ (البلد: ١٠) ترجمہ: اور (نیکی اور بدی کے) دونوں نمایاں راستے اسے (نہیں) دکھادیئے؟ لوگوں کو یہ بھی حکم دے دیا کہ وہ ہدایت کا راستہ اختیار کریں۔ اس پر اجر وثواب اور اپنے انعامات کا وعدہ بھی فرمایا۔ گمراہی کی نشاندہی بھی فرمادی اور اس کے اختیار کرنے سے منع بھی فرمادیا نیز اس کے نتائج بد سے بھی آگاہ فرمادیا۔ فرمایا: ﴿ إِن تَكْفُرُوا۟ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَنِىٌّ عَنكُمْ ۖ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ ٱلْكُفْرَ ۖ وَإِن تَشْكُرُوا۟ يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ ﴿٧﴾ ﴾ (الزمر: ٧) ترجمہ: اگر تم کفر کرو تو اللہ تم سے بے نیاز ہے، لیکن وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا، اور اگر تم شکر کرو تو اسے وہ

تمہارے لئے پسند کرتا ہے۔ انسان کو اختیار کی آزادی عطا کی گئی، چاہے تو ایمان کا رویہ اختیار کرے، چاہے تو کفر کا رویہ اپنائے۔ فرمایا: ﴿ وَقُلِ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَآءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ ﴿٢٩﴾ ﴾ (الكهف: ٢٩) صاف کہہ دو کہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے، اب جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے۔ ہدایت و ضلالت کو واضح کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا اور انھیں کتابیں عطا کیں تاکہ لوگوں پر حجت قائم ہو سکے۔ فرمایا: ﴿ إِنَّا هَدَيْنَٰهُ ٱلسَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ﴿٣﴾ ﴾ (الإنسان: ٣) ترجمہ: ہم نے اسے راستہ دکھادیا، خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔ قوم ثمود نے باوجود تنبیہ و نصیحت کے ضلالت و گمراہی کا راستہ دیدہ دانستہ اختیار کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَٰهُمْ فَٱسْتَحَبُّوا۟ ٱلْعَمَىٰ عَلَى ٱلْهُدَىٰ ﴿١٧﴾ ﴾ (فصلت: ١٧) ترجمہ: رہے ثمود، تو ان کے سامنے ہم نے راہ راست پیش کی مگر انھوں نے راستہ دیکھنے کے بجائے اندھا بنا رہنا ہی پسند کیا۔

انسانوں کا رزق اور ان کی موت اللہ تعالیٰ نے متعین فرمادی ہیں۔ اللہ نے جس انسان کے مقدر میں جتنی روزی لکھ دی ہے وہ اس کو مل کر رہے گی اور موت کا جو وقت متعین فرمادیا ہے اس میں ایک لمحہ کی کمی زیادتی نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَفِى ٱلسَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ﴿٢٢﴾ فَوَرَبِّ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ إِنَّهُۥ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ ﴿٢٣﴾ ﴾ (الذاريات: ٢٢ - ٢٣) ترجمہ: آسمان ہی میں ہے تمہارا رزق بھی اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے۔ پس قسم ہے آسمان اور زمین کے مالک کی، یہ بات حق ہے، ایسی ہی یقینی جیسے تم بول رہے ہو۔ تقدیر پر ایمان کا ہی اثر ہوتا ہے کہ ایک مومن اطمنان قلب سے مالا مال ہوتا ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ میرا رزق کوئی دوسرا نہیں لے سکتا لہذا میرا دل مطمئن رہتا ہے۔ اس سے یہ منفی خیال نہیں پیدا ہونا چاہئے کہ ہاتھ پاؤں توڑے بیٹھے رہیں، ہمارا رزق تو مل کر رہے گا۔ نہیں یہ بات بالکل غلط ہے۔ اسباب کی تلاش اور تدبیر کرنا یہ بھی اللہ کی تقدیر میں سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: «لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُونَ عَلَى اللَّهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرُزِقْتُمْ كَمَا يُرْزَقُ

الطَّيْرُ تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا» (ترمذی) یعنی اگر تم اللہ پر توکل کرو جیسا کہ کرنا چاہئے تو اللہ تم کو ایسے رزق بہم پہنچائے جیسے پرندوں کو رزق دیتا ہے کہ وہ صبح کو خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔ رزق ہی کی طرح موت کا بھی معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَن تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ كِتَٰبًا مُّؤَجَّلًا ﴿١٤٥﴾ ﴾ (آل عمران: ١٤٥) ترجمہ: کوئی ذی روح اللہ کے اذن کے بغیر نہیں مر سکتا۔ موت کا وقت تو لکھا ہوا ہے۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے اللہ! مجھے میرے شوہر رسول اللہ اور میرے والد ابو سفیان اور بھائی معاویہ سے زیادہ سے زیادہ متمتع ہونے کی توفیق عطا فرما (اس سے آپ رضی اللہ عنہا کی مراد ان کی عمروں میں اضافہ سے تھی) رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کی دعا سن کر فرمایا: «قَدْ سَأَلْتِ اللهَ لِآجَالٍ مَضْرُوبَةٍ، وَأَيَّامٍ مَعْدُودَةٍ، وَأَرْزَاقٍ مَقْسُومَةٍ، لَنْ يُعَجِّلَ شَيْئًا قَبْلَ حِلِّهِ، أَوْ يُؤَخِّرَ شَيْئًا عَنْ حِلِّهِ، وَلَوْ كُنْتِ سَأَلْتِ اللهَ أَنْ يُعِيذَكِ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ، أَوْ عَذَابٍ فِي الْقَبْرِ، كَانَ خَيْرًا وَأَفْضَلَ» تم ایسی چیز کے بارے میں دعا کر رہی ہو جس کی مدت متعین ہو چکی ہے جس کے دن گنے جا چکے ہیں، رزق کی تقسیم ہو چکی ہے جو کچھ ہونا ہے وہ بلا تقدیم و تاخیر ہو کر رہے گا۔ اگر تم یہ دعا کرتیں کہ اے اللہ مجھے آگ کے عذاب سے بچا یا قبر کے عذاب سے بچا تو تمہارے لئے زیادہ بہتر اور افضل ہوتا۔ (مسلم)